© rasailojaraid.com

ادار یہ

”حسن سے مضبوط پیمانِ وفا رکھتا ہوں میں“

موجودہ وقت میں مسلم دُنیا اور خاص طور پر عراق، فلسطین اور افغانستان جس سیاسی اور سماجی بحران سے گزر رہے ہیں، اس نے پورے مسلم اور عرب معاشرے کی صدیوں پرانی اخلاقی اور اجتماعی قدروں کو تباہ کر دیا ہے۔ باہمی نفرت، تشدد اور خوف و ہراس نے قدم جما لیے ہیں اور امن و آشتی یہاں سے کوچ کر گئے ہیں جس کے نتیجہ میں زندگی کو دُکھوں نے گھیر لیا ہے۔

یہ سب کچھ اپنا ہی کیا دھرا ہے، قرآن مجید میں آیا ہے کہ ”خشکی اور تری میں فساد کا ظہور ہو چکا ہے۔ یہ سب کچھ لوگوں کی اپنی ہی کرتوتوں کا نتیجہ ہے۔ (الروم:۴۱) قرآن مجید نے سورۂ الانعام میں فرمایا: ”(اے پیغمبرؐ!) کہہ دیجیے کہ وہ (خدا) اس بات پر قادر ہے کہ خدا تم پر اوپر سے یا تمہارے پاؤں تلے سے کوئی عذاب پیدا کر دے یا ایسا کرے کہ تم گروہ گروہ ہو کر آپس میں لڑ پڑو اور ایک (گروہ) دوسرے (گروہ) کی شدت کا مزا چکھے۔“ (الانعام:۶۵)

وقت کی ستم ظریفی دیکھئے کہ ایک طرف مسلم اور عرب دُنیا میں بدقسمتی سے مذہب کے مقدس نام پر تشدد اور انتہا پسندی بے گناہ شہریوں کا خون بہا رہی ہے۔ دوسری طرف 'امن و آشتی' کے نام پر سامراجی طاقتیں عراق اور افغانستان کی سرزمین پر کئی سال سے آگ برسا رہی ہیں۔ آج عراق اور افغانستان میں جس بے رحمی سے انسانوں کا خون بہایا جا رہا ہے، اس پر نہ صرف پوری مسلم دُنیا بلکہ برطانیہ اور امریکہ کے لاکھوں شہریوں نے بھی اپنے رہنماؤں کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فسطائی رویوں سے بے زاری کا اعلان کیا ہے۔ اس سارے ہنگامے کا ایک ہی مقصد تھا کہ عرب تیل پر مکمل قبضہ کیا جائے اور عرب دُنیا میں اسرائیل کے سوا کوئی سر اُٹھا کر نہ چلے۔ لبنان پر اس کے گزشتہ جارحانہ حملہ میں اسے پہلی بار احساس ہوا ہے کہ وقت بدل چکا ہے۔ لبنان پر اسرائیلی حملے کا سوال جب سلامتی کونسل میں پیش ہوا تو برطانوی وزیراعظم ٹونی بلیر اور امریکی وزیر خاجہ نے اس جنگ کے بارے میں بیان دینے سے گریز کیا، ان کا خیال تھا کہ لبنان پر اسرائیلی فوجوں کی ''کامیاب یلغار'' کے بعد ہی کوئی بیان دیں گے، لیکن حزب اللہ کے ناگہانی ظہور نے اسرائیلی حملے کو روک کر سارے سامراجی منصوبوں کو خاک میں ملا دیا۔ ہمیں اُمید ہے کہ پاکستان کے اہلِ نظر اور اربابِ تدبیر (Statesmen) افغانستان، بغداد اور اب ایران میں صدر بش کی سیاسی اور فوجی کارروائی کو اُس کے صحیح تناظر میں دیکھیں گے۔ ہماری صحت مند اخلاقی روایات کا تقاضا ہے کہ ہم وقت کے پہلو بہ پہلو چلتے ہوئے سچائی (Truth) سے ''مضبوط پیمانِ وفا'' رکھیں اور ۱۹۷۱ء کے المیہ کو برابر یاد رکھیں، جب ہمارے ملک کی اکثریت نے ہمارے فسطائی رویوں سے بیزار ہو کر ہم سے علیحدگی اختیار کر لی تھی۔ وقت کسی کی خاطر اپنی رفتار نہیں بدلتا۔ اقبال نے سچ کہا تھا:

میرے خم و پیچ کو نجومی کی آنکھ پہچانتی نہیں
ہدف سے بے گانہ تیر اُس کا، نظر نہیں جس کی عارفانہ

واقعہ یہ ہے کہ موجودہ وقت میں ہم ایک بار نہیں بار بار اپنے غیر اخلاقی اور غیر جمہوری طرزِ عمل کی خوفناک تباہ کاریوں کا مشاہدہ کر چکے ہیں۔ لیکن ہم ہیں کہ سچائی کے سامنے سر جھکانے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ چنانچہ اسی کا نتیجہ ہے کہ آج دھوکہ، جھوٹ، رشوت اور فریب ہماری اخلاقی، سماجی اور معاشی زندگی کی علامت بن گئے ہیں اور ہماری سیاسی زندگی ہماری ژولیدگیٔ فکر کا نشان بن کر رہ گئی ہے۔ افلاطون نے سچ کہا تھا کہ ''معاشرے میں جو انتشار اور بدنظمی پائی جاتی ہے، وہ دراصل ہماری ژولیدگیٔ فکر کا عکس ہے۔'' اسی ژولیدگیٔ فکر کا نتیجہ ہے کہ آج ہم پاکستان میں جاگیردارانہ مزاج سے ہٹ کر ایک صحت مند سیاسی اور معاشی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نظام کے قیام میں ناکام ہو گئے ہیں۔ جمہوریت جسے ہم بزعمِ خویش اپنی تاریخی روایت قرار دیتے رہے، سرِ بازار رسوا ہوئی۔

قرآن مجید نے ناکام حکمرانوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ''جب ہم کسی قوم (قریہ) کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو ہم اس کے عیش پرست حکمرانوں کو اپنی روش بدلنے کا حکم دیتے ہیں، لیکن وہ اپنی نفس پرستیوں میں برابر غرق رہتے ہیں (مترفین) تو پھر ہماری بات پوری ہو جاتی ہے اور اُن کو تہس نہس کر دیتے ہیں۔'' (اسراء:۱۶)

یہ بات محتاجِ بیان نہیں کہ جب حکمران اپنے قومی وملی فرائض سے غافل ہو کر عیش و عشرت کی وادیوں میں کھو جاتے ہیں اور عوام کے حقوق کو پاؤں تلے روندتے ہیں تو پھر ان عیش پسند حکمرانوں کو تباہ ہونے سے کوئی بچا نہیں سکتا۔ اس سلسلہ میں قرآن مجید نے بہت سے تاریخی واقعات بیان کرنے کے بعد اہلِ ایمان کی توجہ اس نکتے کی طرف بار بار مبذول کرائی ہے کہ ہر فرد یا قوم کو اپنے کیے کا حساب دینا پڑتا ہے اور کوئی بھی فرد یا قوم مکافاتِ عمل سے بچ نہیں سکتی۔ قیامِ پاکستان کے بعد جب پاکستان کے اربابِ حل وعقد نے بانیٔ پاکستان اور پہلے وزیراعظم کی شہادت کے بعد حکومت کو بازیچۂ اطفال بنایا تو بعض مغربی دانش وروں نے ۱۹۵۶ء میں لکھا تھا: پاکستان کو ''غیر معمولی دانائی یا حکمت (Wisdom) ہی بچا سکتی ہے۔ لیکن کراچی کے سیاسی رہنما (اس وقت کراچی دارالحکومت تھا) اس سے محروم ہیں۔'' تقریباً یہی پیش گوئی ابوالکلام آزاد نے اپنی کتاب: ''ہندوستان نے آزادی جیت لی'' میں کی تھی کہ پاکستان کے دونوں حصوں میں مذہب کے سوا کوئی قدر مثلاً زبان، ثقافت غرض کچھ بھی تو مشترک نہیں۔'' جس پر پاکستان کے بعض سنجیدہ اور ذہین رہنما بھی خوش نہیں تھے، ان میں ایک مرحوم چوہدری محمد علی بھی تھے۔ جب خاکسار نے ایک ملاقات میں ان سے پوچھا کہ اُنہوں نے ابوالکلام کی اس پیش گوئی پر کیوں تنقید کی تھی، جس میں کہا گیا تھا: ''پاکستان کے مشرقی اور مغربی علاقے میں مذہب کے علاوہ کوئی لسانی، ثقافتی، جغرافیائی اور اقتصادی قدرِ مشترک نہیں ہے، جو اُن کو اکٹھا رکھ سکے۔ تو چوہدری صاحب نے کہا: ''میں اُن کی علمی صلاحیتوں کا قائل ہوں۔ لیکن وہ مسلمانوں سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مایوس ہو چکے تھے۔'' خاکسار نے کہا سوال مایوسی کا نہیں، تاریخ میں کام کرنے والے عوامل کا ہے۔ انہی دنوں میں خاکسار اتفاق سے لندن میں تھا۔ ڈاکٹر عاشق حسین مرحوم بٹالوی سے گپ شپ رہتی۔ ڈاکٹر بٹالوی ابوالکلام آزاد کے سیاسی موقف کے سخت مخالف تھے۔ اُنہوں نے اپنی کتاب ''اقبال کے آخری دو سال'' میں ابوالکلام کے حسب نسب پر بھی صحافیانہ انداز میں لکھا ہے۔ وہ میرے بے تکلف دوستوں میں سے تھے۔ مجھ سے بار بار پوچھتے کہ آخر مولانا نے ''ہندوستان نے آزادی جیت لی'' میں کیوں یہ لکھا تھا کہ پنجابی- بنگالی اکٹھے نہیں رہیں گے۔

خاکسار نے جواب میں کہا کہ موجودہ وقت میں آزاد کو مغرب میں جمال الدین افغانی کا جانشین سمجھا جا رہا ہے۔ جیسا کہ Keddie (N.R.) نے اپنی معروف کتاب 'جمال الدین افغانی' میں لکھا ہے۔ افغانی قوموں کی تشکیل وتعمیر میں کام کرنے والے عوامل میں مذہب کے علاوہ زبان اور نسل کے اشتراک کو بھی بنیادی عوامل قرار دیتے تھے۔ ابوالکلام اسی نظریے کے قائل تھے۔ لندن میں مشرقی اور مغربی پنجاب کے طالب علم، ایسے ہی مشرقی اور مغربی بنگال کے طالب علم گھنٹوں ایک دوسرے سے گپ شپ ہانکتے ہیں۔ مشترکہ زبان اور نسل کے رشتوں کا انکار تاریخ میں کام کرنے والے بنیادی حقائق کا انکار ہے۔

یہاں اس بات کا ذکر بے جا نہ ہوگا کہ 'اقبال کے آخری دو سال' کے جدید اڈیشن میں ابوالکلام کے خلاف جو کچھ لکھا گیا تھا، اسے حذف کر دیا گیا ہے۔ مرحوم اعجاز حسین بٹالوی نے مجھ سے کہا تھا کہ تم میرے گھر آؤ تو اس کا نیا ایڈیشن تمہیں دوں گا، بھائی جان نے وفات سے پہلے کہا تھا: ''جالندھری نے ٹھیک کہا تھا کہ ابوالکلام کے خلاف جو کچھ لکھا گیا ہے، اس کا کوئی اخلاقی اور ادبی جواز نہیں تھا۔''

واقعہ یہ ہے کہ خدا نے ان دونوں بھائیوں: عاشق حسین بٹالوی اور اعجاز حسین بٹالوی کو بڑی ادبی صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ بٹالوی مرحوم کے والد مرزا غلام احمد کے قریبی ملنے والوں میں سے تھے۔ عاشق حسین بٹالوی نے اپنے والد کے حوالے سے مجھے مرزا غلام احمد کے دلچسپ واقعات بھی سنائے تھے۔ ڈاکٹر بٹالوی کو تقریر اور تحریر دونوں پر قدرت حاصل تھی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس پر مستزاد یہ کہ ہم نے اپنی قومی اسمبلی میں جو رویہ اختیار کیا، وہ پڑھی لکھی قوم کا شعار نہیں ہے۔ مثلاً ایک بنگالی ممبر نے مرحوم لیاقت علی سے پوچھا، کیا وہ بنگالی زبان میں تقریر کر سکتے ہیں، تو لیاقت علی نے کہا، نہیں، بلکہ انگریزی یا اُردو میں تقریر کریں۔ جب مرحوم حفیظ کاردار اسلام آباد سے ڈھاکہ گئے تو اُن سے کہا گیا کہ وہ بنگالی دوستوں سے کہیں کہ بنگالی ادب کی تاریخ میں رابندر ناتھ ٹیگور کا ذکر نہ کریں۔ جب کاردار نے بنگالی ادبی بورڈ کے چیئرمین سے یہ بات کہی تو اُنہوں نے کہا کہ میں نے کبھی سوچا بھی نہیں کہ تم لاہور میں ٹانگہ چلانے والوں کی زبان بولو گے۔ کیا انگریزی ادب کی تاریخ سے شیکسپیئر کو خارج کیا جا سکتا ہے؟"(۱)

غرضیکہ کسی قوم کی خاطر فطرت اپنے قوانین نہیں بدلتی۔ قرآن نے فرمایا: "ولن تجد لسنة الله تبديلا۔" اقبال نے سچ کہا تھا:

نہ تھا تو شریکِ محفل قصور تیرا ہے یا میرا
میرا طریق نہیں رکھ لوں کسی کی خاطر مے شبانہ

افسوس! ہم نے اپنی ساٹھ سالہ ناکامیوں سے کوئی عبرت حاصل نہیں کی۔ اجتماعی اور سیاسی امور میں آمرانہ طرزِ عمل نے ہمارا رشتہ سچ، رواداری، باہمی تعاون سے توڑ دیا۔ جھوٹ، لالچ، ذخیرہ اندوزی ہمارا "قومی شعار" بن گیا ہے۔ ابھی چند دنوں کی بات ہے کہ جونہی رمضان مبارک کی آمد ہوئی، اسی دن بازار میں اشیائے خورد و نوش کی قیمتیں بڑھ گئیں۔ ایک آٹے کا

---

(۱) اے۔ ایچ۔ کاردار: "Failed Expectations", Lahore. p. 33۔ افسوس! خاکسار ابھی تک اس کتاب پر تبصرہ نہ کر سکا، مرحوم نے یہ کتاب مجھے دفتر میں آ کر دی تھی۔ وہ مرحوم ڈاکٹر فضل الرحمٰن کے قریبی دوستوں میں سے تھے۔ یہ کاردار ہی تھے جنہوں نے آکسفورڈ یونیورسٹی میں ڈاکٹر فضل الرحمٰن کے داخلہ کی پوری فیس اپنی جیب سے ادا کی تھی۔ جب خاکسار نے کاردار کو بتایا کہ فیس کی یہ بات فضل الرحمٰن نے خود مجھ سے کہی تھی تو ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ اس بات پر انتہائی خوش تھے کہ اُن کا دوست (فضل الرحمٰن) آگے چل کر مسلم دُنیا کا ایک کامیاب مفکر، مصنف اور علامہ اقبال کا جانشین بنا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تھیلہ رمضان کی آمد پر ۲۹۰ سے ۴۰۰ روپے تک جا پہنچا۔ ہر وعظ، ہر نصیحت، ہر سرکاری اعلان، سنا ان سنا کر دیا گیا۔ دوسری طرف ہم نے دیکھا کہ تعلیمی ادارے جو ہمارے ملی اور عالمی اقدار کے پاسبان ہیں، میدانِ جنگ کا نقشہ پیش کر رہے ہیں۔ چند دن پہلے کراچی یونیورسٹی کی ایک تنظیم سے وابستہ سات طالب علموں کو قتل کر دیا گیا ہے۔ دوسرے دن پشاور میں ایک معروف نیک عالم کو شہید کر دیا گیا۔ غرضیکہ تخریب اور تشدد کے واقعات، ہمارے بیمار طرزِ فکر اور طرزِ عمل کے بھیانک مظاہرے ہیں جو ہمارے سیاسی وجود، ہماری صحت مند اخلاقی اور روحانی قدروں کے لیے انتہائی خطرناک ہیں۔ ہم جس قدر خوابِ غفلت سے بیدار ہو جائیں اور سنجیدگی سے اپنی اجتماعی سرگرمیوں کا جائزہ لیں کہ وہ کہاں تک سچائی کا ساتھ دے رہی ہیں، یہ بات اسی قدر ہمارے مستقبل کے لیے بہتر ہوگی۔ ہمیں اس بات کو یاد رکھنا چاہیے کہ دُنیا میں سچائی ہی ایسی آسمانی قدر ہے، جس کے سامنے جھک جانے (Surrender) کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

ڈاکٹر البرٹ شویٹزر (Albert Schweitzer) عہدِ حاضر کے عظیم اخلاقی انسان شمار کیے جاتے ہیں، اُن کے بارے میں اُن کے ایک ہم عصر فاضل نے لکھا ہے: ”میرے خیال میں ایک انسان کی جو مذہب سے تعلق رکھتا ہے، سب سے بڑی خوبی یہ ہوتی ہے کہ وہ سچائی (Truth) سے مضبوط پیمانِ وفا رکھتا ہے۔ اُنہوں نے اس حقیقت کا اظہار اپنی تالیف: "The Quest of the Historical Jesus" میں کیا۔ ڈاکٹر شویٹزر نے لکھا ہے کہ وہ ”انصاف“ کے نام پر افریقہ گئے تھے، جہاں اُنہوں نے اپنی زندگی غریبوں کی فلاح و بہبود کے لیے وقف کر دی تھی۔ دُنیا کے ممتاز اہلِ دانش نے ان کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ڈاکٹر شویٹزر (Schweitzer) نے اپنے آپ کو سچائی (Truth)، خوب صورتی (Beauty) اور انصاف (Justice) کے لیے وقف کر دیا تھا۔ وہ اس راہ پر چل کر دراصل حضرت مسیح علیہ السلام کی سنت پر عمل کر رہے تھے۔ حضرت مسیح نے آخری وقت میں خدا کے حضور عرض کیا: ”تیری ہی مشیت کو پورا کیا جائے گا۔“ "Thy Will be done."(1)

(۱) دیکھئے اگلے صفحے پر...

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

''کیا اہلِ ایمان کے لیے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی یاد اور اس کی بھیجی ہوئی سچائی کے سامنے جھک جائیں۔'' (الحدید:۱۶) یہی ایک راہ ہے جس پر چل کر ہم منزل تک پہنچ سکتے ہیں۔

زباں بہ نطق ماند و رازِ من باقیست
بضاعت سخن آخر شد و سخن باقیست

رشید احمد (جالندھری)

تصحیح

المعارف کے گذشتہ شمارے کے اداریے میں ہم نے غلطی سے انوری کا یہ شعر:

ہر بلائے کہ از آسماں می آید
می پرسد خانۂ عرفی کجا است؟

عرفی کے کھاتے میں ڈال دیا تھا، جس پر ہمیں ''نگار'' کراچی کے مدیر محترم جناب فرمان فتح پوری نے متنبہ کیا۔ نگار جیسے تاریخی مجلّہ کے مدیرِ محترم سے یہی توقع تھی۔ بہت بہت شکریہ!

رشید احمد (جالندھری)

پچھلے صفحے سے...

بائبل میں آیا ہے کہ حضرت مسیح (علیہ السلام) اپنی زندگی کے آخری لمحوں میں خدا سے یوں ہم کلام ہوئے:

"My Father, If it is not possible for this cup to pass me without my drinking it, *Thy Will be done.*"

© rasailojaraid.com